مولانا محمد حنیف ندوی

قرآنی سورتوں کی قسمیں اور ترتیب

لفظ سورت کئی معانی کا حامل ہے۔ عربی میں سور کے معنی شراب کے تلچھٹ کے بھی ہیں۔ گویا ہر سورہ معرفت و ادراک کی سرمستیوں کو اپنی آغوش میں لیے ہوئے ہے۔

جن اہلِ لغت کے ہاں اس کا تعلق بنا اور عمارت سے ہے ان کے نزدیک اس کے معنی یہ ہوں گے کہ گویا سیر وسلوک کی متعدد منزلیں اور مقامات ہیں جن کو طے کرنا اس شخص کے لیے ضروری ہے جو ان کی وسعتوں سے آشنائی حاصل کرنا چاہتا ہے۔ لہٰذا سالک کے لیے ضروری ہے کہ ان منازل میں سے ہر منزل پر رکے اور اس کی آب و ہوا اور شمیم آرائیوں سے پورا پورا استفادہ کرے۔

ایک احتمال یہ ہے کہ سورت کے معنی مرتبہ و درجہ کے ہوں۔ اس صورت میں اس کا مطلب یہ ہوگا کہ اس کی ترتیب میں بہرحال مختلف معنوی مناسبتوں کے پیشِ نظر درجات اور مراتب کا خیال رکھا گیا ہے۔ یعنی تبلیغ اور ذہنی تربیت کے لیے جس سورت کو جہاں ہونا چاہیے وہیں رکھا گیا ہے۔

ابن جنی کے نزدیک اس کے معنی میں بلندی مرتبت کا مفہوم داخل ہے۔ غرض یہ ہے کہ چونکہ ہر ہر سورت فطرت، تاریخ اور دین کے بارہ میں بلند تر حقائق کی طرف اشارہ کناں ہے اس لیے اس کا نام سورت رکھا گیا۔

اصطلاحِ شرع میں سورت کا مفہوم یہ ہے کہ اس سے مراد قرآن عزیز کا وہ ٹکڑا یا حصہ ہے جس کا باقاعدہ ایک نقطۂ آغاز اور نقطۂ آخر ہے۔ اس کا اطلاق کم از کم تین آیات پر ہوتا ہے۔ ہر سورت، قرآن ہے، قرآن کا حصہ ہے اور حکمت و توقیر کے اعتبار سے یکساں شائستۂ اعتنا۔[1]

---

[1] برہان ص ۲۶۳، ۲۶۴

قرآن حکیم کا یہ اعجاز ہے کہ اس نے عربی زبان کو ایک خاص تعین بخشا ہے اور معانی کے اعتبار سے نئی نئی اصطلاحیں عطا کی ہیں۔ چنانچہ حصص قرآن کو سُوَر سے تعبیر کرنا قرآن کے اسی اعجاز کا کرشمہ ہے اور یہ شرف قرآن ہی کو حاصل ہے۔ کوئی دوسری الہامی کتاب مضامین اور معانی کی اس طرح کی تقسیم سے بہرہ مند نہیں۔ لطف یہ ہے کہ لفظ سورت کا یہ مخصوص اطلاق ایسا موزوں اور مناسب تھا کہ مشرکین مکّہ نے بھی اسے بغیر کسی حجت و تکرار کے قبول کر لیا :

وان کنتم فی ریب مما نزلنا علی عبدنا فاتوا بسورۃ من مثلہ [۲]

اور اگر تمھیں اس کتاب کے بارہ میں کچھ شک ہو جسے ہم نے اپنے بندے پر اتارا، تو اس طرح کی ایک سورت تم بھی بنا کر لاؤ۔

سورۃ انزلنٰھا وفرضنٰھا وانزلنا فیھا اٰیات بینات [۳]

یہ ایک سورۃ ہے جس کو ہم نے نازل کیا اور اس میں کے احکام کو فرض ٹھہرایا اور اس میں واضح آیتیں نازل کیں۔

اس کے معنی یہ ہیں کہ قرآن نہ صرف ایک فصیح و بلیغ اور جامع زبان میں نازل ہوا ہے بلکہ اس نے اس کی جامعیت کے دائروں کو مزید وسعت بھی بخشی ہے اور اس طرح اس زبان کو نئے نئے معانی اور اطلاقات سے مالا مال بھی کیا ہے۔

ان تمام سُوَر کی تعداد جو معانی و مطالب کے اس بحر مواج کا احاطہ کیے ہوتے ہیں جو قرآن سے تعبیر ہے ۱۱۴ ہے۔ ان میں کچھ تو دریا بہ حباب اندر کے مصداق، اختصار و ایجاز کی معجزہ طرازیاں لیے ہوئے ہیں اور کچھ خاصی طویل ہونے کے باوجود بلاغت و فصاحت کے اسی معیار کو برابر قائم رکھے ہوئے ہیں جو اس کتاب کا حصہ ہی نہیں خاصہ بھی ہے۔ چنانچہ ان لمبی لمبی سورتوں کے مطالعہ سے کہیں بھی جھول، طول اور حشو و زیادت کا احساس نہیں ہو پاتا، بلکہ یوں محسوس ہوتا ہے کہ ان میں عبارت و الفاظ کی وہی موزونیت، وہی نغمگی اور معانی کی وہی گہرائی و بلندی کارفرما ہے جو پورے قرآن میں شروع سے آخر تک جاری و ساری ہے۔

---

[۲] بقرہ : ۲۲ [۳] نور : ۱

احزاب یا حصص قرأت کے اعتبار سے سُور قرآن کی معروف تقسیم یہ ہے:
طوال، مئین، مثانی اور مفصل۔

طوال میں وہ تمام سورتیں شامل ہیں جن کا آغاز بقرہ سے ہوتا ہے اور اختتام برأت پر۔ (برأت اور انفال کو مضمون کے تسلسل کے پیشِ نظر ایک ہی سورت تسلیم کیا گیا ہے) ان کے بعد جو سورتیں ہیں انھیں مئین کہا جاتا ہے کیونکہ ان میں ہر سورۃ سَو یا سَو سے زیادہ آیات پر مشتمل ہے۔ مئین کے بعد کی سورتوں کو مثانی کہا جاتا ہے یعنی مئین سے ملی ہوئی سورتیں۔ یہ سورتیں سَو سے کم آیات کی حامل ہیں۔ ان کے بعد کی سورتیں مفصل ہیں۔ مفصل کے معنی ایسے مجموعۂ سور کے ہیں جن میں فواصل یعنی بسم اللہ کا اندراج کثرت سے ہے[۴۵]۔

قرآن حکیم کی سورتوں کی موجودہ ترتیب توقیفی ہے یا اجتہادی۔ اس مسئلہ پر زرکشی، سیوطی اور قریب قریب ان تمام مصنفین نے تفصیل سے روشنی ڈالی ہے، جنھوں نے قرآن سے متعلقہ علوم و معارف کو بحث و نظر کا ہدف ٹھہرایا ہے۔ اور بغیر جھجک اور تحفظ کے فریقین کے دلائل پر کھل کر بحث کی ہے۔ اس اندازِ بحث ہی سے معلوم ہوجاتا ہے کہ ان بزرگوں کے نقطۂ نظر سے یہ مسئلہ ہرگز اس نوعیت کا نہیں ہے کہ اس سے تحریف قرآن کے امکانات ابھر سکیں یا قرآن کی ادائے حفظ و صیانت پر کوئی حرف آ جائے۔ لیکن مستشرقین نے جو رائی کا پہاڑ بنانے کے عادی ہیں اس سے ناجائز فائدہ اٹھانے کی کوشش کی ہے اور اس مسئلہ کے اردگرد شکوک و شبہات کی کئی دیواریں کھڑی کر دی ہیں۔ حالانکہ فریقین کے نزدیک یہ حقیقت مسلمہ ہے کہ سور کی موجودہ ترتیب اجتہادِ فکر کا نتیجہ ہو، چاہے وحی و توقیف کا ثمرہ۔ بہرحال ایسی ہے کہ جس کو تمام صحابہ اور قرونِ اول کے مسلمانوں نے مان لیا تھا اور خصوصیت سے مصحفِ عثمانی کی اشاعت و فروغ کے بعد تو عالم اسلامی میں کوئی نسخہ ایسا نہ رہا تھا جو اس ترتیب سے مختلف ہو اور اس کو درجہ استناد حاصل ہو۔ اس میں شبہ نہیں کہ حضرت عثمان سے پہلے بعض نسخوں کے بارہ میں جو اختلاف کا بعض روایات سے پتہ چلتا ہے، اس کی وجہ

---

[۴۵] برہان ج۱، ص ۲۴۵- نیز اتقان بحوالہ تاریخ القرآن مصنفہ محمد طاہر کردی ص ۷۰

یہ نہیں تھی کہ آنحضرتؐ نے ترتیب سور کے بارے میں کوئی واضح ہدایت ارشاد نہیں فرمائی تھی یا صحابہ کو اس کا علم نہیں تھا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ اس ترتیب کے باوجود بعض حضرات نے اپنی سہولت اور تعلیم و تدریس کی مصلحتوں کے پیش نظر قرآن حکیم کی سورتوں کو صرف اپنے نسخہ میں ایک خاص ترتیب کے ساتھ جمع کر رکھا تھا۔ قرآن کے ان نسخوں کی حیثیت جن کو مصاحف سے تعبیر کیا جاتا ہے بہرحال ذاتی تھی۔ ترتیب سور کے معاملہ میں اس گنجائش کی تہ میں دراصل یہ تصور کار فرما تھا کہ چونکہ ہر سورت مضامین کے اعتبار سے مستقل بالذات وجود رکھتی ہے اور اپنی جگہ محفوظ بھی ہے اس لیے اگر ان میں کہیں کہیں کسی مصلحت سے ترتیب کا خیال نہیں رکھا گیا تو اس میں کیا مضائقہ ہے۔ بالخصوص جب کہ یہ کتاب بحیثیت مجموعی مرتب طور پر سینوں میں بہرحال کندہ اور محفوظ ہے۔

ترتیب سور کے مسئلہ کو اجتہادی قرار دینے کے معنی ہمارے نزدیک صرف یہ ہیں کہ آنحضرتؐ نے وحی کی روشنی میں سور کو جس انداز اور ترتیب سے رکھا اس کی تائید اجتہاد و تفکر سے بھی ہو سکتی ہے۔ ترتیب سور کا مسئلہ توقیفی ہے، اس کی تائید اس حقیقت کے جاننے سے ہوتی ہے کہ قرآن حکیم کا صحابہ کی روزمرہ زندگی سے کیا تعلق تھا، یا یہ اپنی روزمرہ کی زندگی میں اس کے کس درجہ محتاج تھے۔ قرآن ان کے لیے صرف ایک کتاب ہی نہ تھا، روشنی بھی تھا، ہدایت و رہنمائی کا سرچشمہ بھی تھا۔ عبد و معبود کے مابین رشتوں کے تعین، وضاحت کا ضامن بھی تھا۔ یہی نہیں، یہ ان کی روحانی غذا، روح اور رجحان بھی تھا۔ یہی وجہ ہے، یہ اسے روزانہ نمازوں میں پڑھتے تھے صبح و مسا اس کی تلاوت کرتے تھے اور پیش آیندہ انفرادی و اجتماعی مسائل کے لیے اس سے فیصلہ بھی طلب کرتے تھے۔ اس صورت میں یہ کیسے ممکن تھا کہ یہ غیر مرتب حالت میں رہتا۔ جب آیات کی ترتیب توقیفی ہے سور کے نام توقیفی ہیں تو ان کی ترتیب بھی توقیفی ہے۔

چنانچہ علامہ بغوی نے شرح السنۃ میں کہا ہے —— کہ صحابہ نے قرآن کو اسی انداز اور ترتیب سے قائم رکھا ہے جس کی تلقین خود آنحضرتؐ نے فرمائی تھی اور اس میں کسی تقدم و تاخر کو روا نہیں رکھا، اور یہ ترتیب ایسی ہے جو جبریل امین کی ہدایت پر آنحضرتؐ نے اختیار فرمائی۔ آنحضرتؐ کا طریق کار یہ تھا کہ آپ ہر آیت اور سورت کے بارہ میں وضاحت فرماتے کہ اسے اس آیت اور اس سورت کے بعد رکھا جائے۔